ماہنامہ

جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

جلد نمبر 26......شمارہ نمبر 9......ستمبر 2019

(قیمت 10 روپے)

Monthly JUHD-E-HAQ - September-2019 - Registered No. CPL-13

انسانی حقوق کے عالمی دن

ستمبر

5 ستمبر	خیرات کا عالمی دن
8 ستمبر	خواندگی کا عالمی دن (یونیسکو)
12 ستمبر	اقوام متحدہ کا جنوب۔جنوب اشتراک کا دن
15 ستمبر	جمہوریت کا عالمی دن
16 ستمبر	اوزون کی تہہ کے تحفظ کا عالمی دن
21 ستمبر	امن کا عالمی دن
25 ستمبر (ستمبر کا آخری ہفتہ)	ساحلی علاقوں کا عالمی دن
26 ستمبر	جوہری ہتھیاروں کے مکمل خاتمے کا عالمی دن
27 ستمبر	سیاحت کا عالمی دن (یواین ڈبلیوٹی او)

فہرست

پریس ریلیزیں 03

اقلیتوں کو درپیش مسائل درحقیقت سیاسی مسائل ہیں 05

"یااللہ" لاہور کا مدثر جلد گھر واپس آجائے 06

موجودہ حکومت..................ایک برس پر محیط نااہلی کی داستان 07

بلوچستان......مزدور طبقے پر پابندیاں اور آئندہ کا لائحہ عمل 08

جبری لاپتہ افراد کا عالمی دن 09

دنیا بھر میں جبری گمشدہ افراد کے ساتھ اظہار یک جہتی

جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) نے دنیا بھر میں جبری گمشدگی کے متاثرین کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کیا ہے۔ہم ان کشمیریوں کے ساتھ بھی کھڑے ہیں جنہیں بھارتی مقبوضہ کشمیر میں ریاستی جبر کے تحت جبری لاپتہ کیا جارہا ہے۔

ایچ آرسی پی کا حکومت پاکستان سے مطالبہ ہے کہ وہ ضابطہ تعزیرات پاکستان کے تحت جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دینے کے اپنے عہد کی پاسداری کرے جو طویل عرصہ سے پاسداری کا منتظر ہے۔ ریاست کو ان الزامات کا بھی ازالہ کرنا ہوگا کہ سرکاری اعداد وشمار جبری گمشدہ افراد کی تعداد انتہائی کم ظاہر کرتے ہیں۔ متاثرین کے کئی گروہ اور انسانی حقوق کے ادارے ہمیشہ سے اس نقطے کو اجاگر کررہے ہیں۔ اس صورتحال کی وجہ سے جبری گمشدگیوں پر قائم عدالتی کمیشن 2010 کے اخذ کردہ حقائق کو عوام کے سامنے لانا اور زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔

ایچ آرسی پی نے حکومت کی توجہ تمام افراد کو جبری گمشدگی سے تحفظ فراہم کرنے کی عالمی میثاق کی طرف دلائی ہے۔ 'اندرون ملک سیاسی عدم استحکام یا کوئی اور ریاستی ایمرجنسی جبری گمشدگیوں کو جواز فراہم نہیں کرسکتی۔ بالکل اسی طرح، حراستی مراکز جہاں بہت سے جبری لاپتہ لوگ پائے گئے، کو غیر آئینی قرار دینے کی بھی ضرورت ہے۔ ایسے حراستی مراکز بلیک ہولز ہیں اوران کی کسی بھی ایسے جمہوری نظام میں کوئی جگہ نہیں ہوتی جہاں زیرحراست فرد کو اس پر عائد الزام جاننے، شفاف ٹرائل اور اپنے خاندان اور وکیل کے ساتھ رابطے میں رہنے کا حق ہوتا ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 30 اگست 2019]

سابق فاٹا میں انتخابات کا انعقاد ایک بڑا سنگ میل ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) نے ماضی میں وفاق کے ذریعے کنٹرول ہونے والے قبائلی علاقہ جات (فاٹا) میں صوبائی انتخابات کے انعقاد پر عمومی طور پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ اگرچہ انتخابات کا انعقاد مختصر مدت کے لیے تاخیر کا شکار بھی ہوا مگر اس کے باوجود ان کا منعقد ہونا مغربی خیبر پختونخواہ (کے پی) کے لوگوں کے لیے ایک بڑا سنگ میل ہے۔ اس چیز کا سہرا بھی ای سی پی کو جاتا ہے کہ کہ پولنگ مجموعی طور پر پرامن رہی اور انتخابات ایکٹ 2017 کی مطابقت میں انجام پائی۔

تاہم، ایسی اطلاعات بھی سامنے آئیں کہ باجوڑ اور جنوبی وزیرستان میں بعض امیدواروں نے انتخابات پر اثر انداز ہونے کی کوششیں کی۔ اس لیے ایچ آرسی پی کا ای سی پی سے مطالبہ ہے کہ ایسی شکایات کی شفاف ومنصفانہ تحقیقات کی جائیں۔ ایچ آرسی پی کو یہ امید بھی ہے کہ ایسے علاقوں میں انتخابات کے دوران پولنگ اسٹیشنوں میں سیکیورٹی فورسز کی بھاری تعداد میں تعیناتی کے رجحان کو مستقل اقدام کے طور پر اپنانے سے گریز کیا جائے گا اور ذرائع ابلاغ کی رسائی آسان بنائی جائے گی تاکہ مستقبل کے انتخابات کی ممکنہ حد تک شفافیت کو یقینی بنایا جاسکے۔ انتخابات کی آگہی کی ایک پرزور مہم چلانے کی بھی ضرورت ہے تاکہ انتخابات میں عورتیں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، ووٹر کے طور پر بھی اور انتخابی امیدوار کی حیثیت سے بھی۔

اس کے علاوہ، حکومت کو اس بات کو یقینی بنانا چاہئے کہ متفقہ طور پر منظور کردہ آئین کا چھبیسواں (ترمیمی) بل، جو سابق فاٹا کو خیبر پختونخوا کی قانون ساز اسمبلی میں زیادہ نمائندگی (16 سے 24 نشستیں) دیتا ہے، جتنا جلدی ممکن ہو سکے سینیٹ میں پیش کیا جائے۔ سیاسی انتقام کے الزامات کے پیش نظر، ایچ آرسی پی ریاست سے یہ مطالبہ بھی کرتا ہے کہ وہ جائز وجوہات کے بغیر علاقے کے منتخب نمائندوں کو بلاجواز حراست میں نہ لے۔

انتخابات میں ووٹ ڈالنے کی کم شرح کے باوجود، صوبائی انتخابات پاکستان کے اندر اس علاقے کے جمہوری نظم ونسق کے لیے انتہائی اہم ہیں۔اب یہ نئے منتخب ہونے والے امیدواروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے انتخابی وعدوں کو پورا کریں اور یقینی بنائیں کہ سابق فاٹا کے عوام اپنے ان حقوق سے مستفید ہوسکیں جن کے وہ بطور پاکستانی شہری حق دار ہیں۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔22اگست 2019]

ایل او سی پر کشیدگی میں اضافہ دونوں اطراف کے شہریوں کے لیے نقصان دہ ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو جموں وکشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کرنے کے ہندوستانی حکومت کے فیصلے پر شدید تشویش ہے۔فوجی دستوں کی بڑھتی ہوئی تعیناتی اور شہریوں پر کرفیو سے ملتی جلتی پابندیوں کا نفاذ خطرات کی علامت ہے۔اگر کشیدگی مسلح تصادم میں بدل گئی تو اس کے لائن آف کنٹرول (ایل او سی) کے دونوں طرف بسنے والے کشمیری شہریوں پر نہایت برے اثرات مرتب ہوں گے۔ ایل او سی کے دونوں طرف سے فائرنگ کے تبادلے میں حالیہ اضافہ اور ہلاکتوں میں بڑھوتری، خاص طور پر کلسٹر بموں کے استعمال سے، جس کے متاثرین میں اطلاعات کے مطابق بچے بھی شامل ہیں، انتہائی تشویشناک امر ہے۔

سرحد پر موجودہ کشیدگی کے باعث، سرحد کے دونوں اطراف رہنے والے کشمیری شہریوں کی سیکیورٹی اور بنیادی حقوق داؤ پر لگے ہوئے ہیں۔ان کی سلامتی اور حقوق کو ڈھٹائی سے نہ کچلا جائے۔ درحقیقت، علاقائی امن و استحکام کی آج پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔انسانی حقوق کی عالمی برادری کو بھی ان لوگوں کا ساتھ دینا چاہئے جو تحمل کا مظاہرہ کرنے اور عقل سے کام لینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔05اگست 2019]

جذبے سے سرشار: بی ایم کٹی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو عظیم ٹریڈ یونین رہنما، سیاسی کارکن اور مصنف بیاتھل محی الدین کٹی کی موت کا شدید دکھ ہے۔ان کا 25اگست کو کراچی میں انتقال ہوا ہے۔

لاہور میں ایچ آر سی پی کے مرکزی سیکریٹریٹ میں محترم بی ایم کٹی کی یاد میں ہونے والے ایک ریفرنس میں ایچ آر سی پی کے سیکریٹری جنرل حارث خلیق نے کہا کہ محترم کٹی کو زندگی کے مختلف شعبوں میں جتنی زیادہ دلچسپی تھی اتنی ہی گہری دلچسپی انہیں انسانیت اور انسانی حالت میں تھی۔ پاکستان کی سیاست کے منجھے ہوئے مؤرخ کے طور پر وہ 'حل کی تلاش میں: میر غوث بخش بزنجو کی سوانح حیات" کی ادارت کرنے کے حوالے سے معروف ہیں۔

مسٹر خلیق نے 2006 میں پاکستان میں منعقد ہونے والے ورلڈ سوشل فورم میں مسٹر کٹی کے کردار کو بھی یاد کیا اور کہا کہ بائیں بازو کے عظیم کارکن کی حیثیت سے انہوں نے اپنی شناخت سیاسی رہنما کے طور پر کروانے کی کبھی خواہش نہیں کی۔۔۔اپنی آخری سانس تک وہ سیاسی ورکر رہے۔

مسٹر کٹی کے دیرینہ دوست اور ایچ آر سی پی کے اعزازی ترجمان آئی اے رحمان نے کہا کہ بلوچستان، اس کی امنگوں اور اسے درپیش مشکلات سے عوام کو آگاہ کرنے میں مسٹر کٹی کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔مسٹر رحمان کا مزید کہنا تھا کہ "خودساختہ جلاوطنی کے ساٹھ برس: کوئی پچھتاوا نہیں" مسٹر کٹی کی صرف سوانح حیات ہی نہیں تھی بلکہ پاکستان اور اس کی سماجی و سیاسی محرومیوں کی داستان بھی ہے۔ان کا کہنا تھا کہ مسٹر کٹی کی زندگی اس جذبے اور احساس سے سرشار رہی ہے کہ ناانصافی ایسی چیز نہیں کہ اس پر چپ سادھ کر اسے قبول کر لیا جائے۔

ریفرنس کے اختتامی کلمات میں، ایچ آر سی پی کے چیئرپرسن ڈاکٹر مہدی حسن نے کہا کہ پاکستان کے نوجوانوں کو مسٹر کٹی کی زندگی اور جدوجہد کی اہمیت اور ان کی زندگی کے اصولوں سے روشناس کرانا انتہائی ضروری ہے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔27اگست 2019]

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

☜ آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
جو خامیاں/ کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔

☜ آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ/اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 -ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے نیچے دی گئی ویب سائٹ پر موجود ہیں

www.hrcp-web.org

اقلیتوں کو درپیش مسائل درحقیقت سیاسی مسائل ہیں

آئی اے رحمان

قائداعظم کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے اس کا اختتام بجا طور پر اس اپیل پر ہوتا ہے کہ پاکستان کی تعمیر وتشکیل ان خطوط پر کی جائے جو قائداعظم نے تجویز کئے تھے۔ اور اس ریاست کے حوالے سے ان کے جو منصوبے تھے ان کی سب سے جامع وضاحت ہمیں اور کہیں نہیں ملتی ماسوائے اس تقریر کے جو انہوں نے 11 اگست۔1947ء کو قانون ساز اسمبلی میں کی تھی۔ جب کبھی بھی اقلیتوں کے حقوق کی خلاف ورزیوں کی اطلاعات منظر عام پر آتی ہیں اس موقع پر اس تقریر کا حوالہ بہت اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔

یہ تقریر مسلم لیگ تحریک کے ہدف اور دوقومی نظریہ کے بارے میں قائداعظم کے بیانات سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے کیونکہ موخرالذکر بیانات پاکستان کی تخلیق کے حوالے سے دلائل کی نوعیت رکھتے تھے۔ یہ صرف قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر تھی جس میں انہوں نے پاکستان کے نصب العین کی توضیح وتشریح کی تھی۔ یہ بات اس وقت واضح ہوتی ہے اگر ہم اس مخصوص انداز کا تجزیہ کریں جس میں قائداعظم کی تقریر تکمیل کے مراحل طے کرتی ہے۔

قائداعظم اپنی تقریر کا آغاز مقننہ کی آزاد وخودمختار حیثیت پر زور دیتے ہوئے کرتے ہیں (ایک ایسی چیز جسے قرارداد مقاصد کے مقننین نے نظر انداز کر دیا) اس کے بعد وہ بہتر نظم ونسق کی نمایاں خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں......تمام شہریوں کی ''جان۔ مال اور مذہبی عقائد'' کا تحفظ...... بدعنوانی، مہنگائی اور اقربا پروری کا خاتمہ......

اس کے بعد قائداعظم نے اس بات کا اعلان کیا ''اگر ہم پاکستان کی اس عظیم ریاست کو مطمئن اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں......ہمیں صرف اور صرف کلی طور پر اپنی تمام تر توجہ لوگوں کی فلاح و بہبود پر مرکوز کرنا ہوگی...... خاص طور پر عوام الناس اور غربا......'' لیکن یہ نصب العین اس بات کو یقینی بنائے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا کہ ہر شخص ''قطع نظر اس امر کے کہ اس کا تعلق کس برادری سے ہے......قطع نظر اس بات کے کہ ماضی میں اس کے تعلقات آپ کے ساتھ کس نوعیت کے تھے......قطع نظر اس بات کے کہ اس کا رنگ ذات یا نسل کیا ہے...... وہ اول، دوم اور آخر اس ریاست کا شہری ہے......جس کے حقوق...... استحقاق اور فرائض مساویانہ ہیں......''

اس کے بعد پانچ صد الفاظ (پوری تقریر کا ایک تہائی سے معمولی کم) پر مشتمل ایک دلیل ہے جس کا مقصد عقیدے کی بنیاد پر شہریوں کے درمیان تمیز کو ختم کرنا ہے اور قائداعظم پر اعتماد نظر آتے کہ ''اکثریتی اور اقلیتی برادریوں...... ہندو برادری اور مسلم برادری...... کے تمام تضادات......مٹ جائیں گے......'' قائداعظم کی تقریر کا یہ حصہ اپنے اندر پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کا منشور سموئے ہوئے ہے......قطع نظر اس بات کے کہ ان کا عقیدہ، رنگ یا نسل کیا ہے......

حیرت کی بات یہ ہے کہ اقلیت اور اس کے حقوق کے حوالے سے قائداعظم کا جو تصور ہے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ اقلیتی اور اکثریتی برادریوں کا ذکر کرتے ہوئے قائداعظم نے یہ کیوں کہا تھا......''حتیٰ کہ جب آپ مسلمانوں کی بات کرتے ہیں......تو آپ پٹھانوں، پنجابیوں، شیعوں، سنیوں وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں......اور ہندوؤں کا ذکر کرتے ہوئے آپ برہمنوں، واش نواسیوں، کھتریوں، بنگالیوں، مدراسیوں وغیرہ کی بات کرتے ہیں......'' اس ضمن میں صرف ایک ہی معقول وضاحت پیش کی جاسکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ قائداعظم کے نظریات کے مطابق ایک گروہ یا اقلیت بنانے کے

اگر ہم قائداعظم کے اندازفکر کی پیروی کرتے ہوئے مذہب کو سیاست میں گھسیٹنے سے گریز کرتے ہیں اور اقلیتی معاملات کو بہ حیثیت سیاسی مسائل تسلیم کر لیتے ہیں تو اس کے نتیجے میں تمام شہریوں کی زندگی آسان اور سہل ہو جائے گی۔ یہ معاملات دو ذمروں میں آئیں گے......ایک ذمرہ ان معاملات پر مشتمل ہوگا جن کا تعلق مذہبی عقیدے سے ہے (اس کی طرف قائداعظم نے تمام شہریوں کی جان ومال کے ساتھ اشارہ کیا تھا) مثال کے طور پر عقیدے کی آزادی، اس پر عمل اور اس کی تبلیغ اور ذاتی قوانین......دوسرے ذمرے میں تمام شہری، سیاسی، معاشی اور سماجی حقوق آتے ہیں۔ جن کے حوالے سے اقلیتی برادری کے ایک رکن کے ساتھ دیگر شہریوں کی طرح سلوک کیا جائے گا۔

لیے عقیدہ محض واحد وسیلہ نہیں تھا...... علاقائی برادریاں......جو ایک ریاست میں سب سے بڑی اکثریت کے مقابلے میں کم تعداد میں ہیں......ان کی بھی بہ حیثیت اقلیت ذمرہ بندی کی جاسکتی ہے......

اسی طرح ایک ملک کی مسلم آبادی کے چھوٹے فرقے...... مثال کے طور پر سعودی عرب یا پاکستان میں شیعہ حضرات یا ایران یا عراق میں سنی بھی اسی ذمرے میں آتے ہیں اور ذات پات کے زیراثر معاشرے میں تمام بے شمار چھوٹی ذاتیں اقلیتوں کے ذمرے میں ہی آتی ہیں۔ یہی وہ بات ہے جو چالیس سال سے زائد عرصے کے بعد اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں اقوام متحدہ کے اعلامیے نے کہی۔

11 اگست۔1947ء کی تقریر میں قائداعظم نے جن خیالات کا وضاحت کے ساتھ اظہار کیا اقلیتوں کے بارے میں قائداعظم کے اس تصور نے بھی قائداعظم کے اندازفکر میں سنجیدگی اور گہرائی کا اظہار کیا۔ کیونکہ انہوں نے ہمیشہ ہی یہ کہا تھا کہ اقلیتوں کے حقوق ایک سیاسی معاملہ تھا......اور یہ کہ ایک مذہبی معاملہ ہرگز نہیں تھا......1935ء میں آئینی اصلاحات کے بارے میں پارلیمانی کمیٹی کی رپورٹ پر تقریر کرتے ہوئے قائداعظم نے اس بات کا اعلان کیا کہ مذہب کو سیاست میں نہیں لانا چاہیے۔ انہوں نے مزید کہا: ''مذہب محض خدا اور انسان کے درمیان ایک معاملہ ہے...... یہ اقلیتوں کا مسئلہ ہے اور یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے......''

اگر ہم قائداعظم کے انداز فکر کی پیروی کرتے ہوئے مذہب کو سیاست میں گھسیٹنے سے گریز کرتے ہیں اور اقلیتی معاملات کو بہ حیثیت سیاسی مسائل تسلیم کر لیتے ہیں تو اس کے نتیجے میں تمام شہریوں کی زندگی آسان اور سہل ہو جائے گی۔ یہ معاملات دو ذمروں میں آئیں گے......ایک ذمرہ ان معاملات پر مشتمل ہوگا جن کا تعلق مذہبی عقیدے سے ہے (اس کی طرف قائداعظم نے تمام شہریوں کی جان ومال کے ساتھ اشارہ کیا تھا) مثال کے طور پر عقیدے کی آزادی، اس پر عمل اور اس کی تبلیغ اور ذاتی قوانین......دوسرے ذمرے میں تمام شہری، سیاسی، معاشی اور سماجی حقوق آتے ہیں۔ جن کے حوالے سے اقلیتی برادری کے ایک رکن کے ساتھ دیگر شہریوں کی طرح سلوک کیا جائے گا......

آیئے ہم مختلف مثالوں کا جائزہ لیتے ہیں: گلزار ڈینیل اپنے تعلیمی ریکارڈ کے بل بوتے پر یونیورسٹی میں ایم بی اے کی کلاس میں داخلے کا اہل ہے اگر ہم اسے مسیحی تصور کرتے ہیں اسے داخلہ نہیں مل سکتا۔ کیونکہ وہ اقلیتی طلباء جن کا میرٹ اس سے اعلیٰ تھا انہیں پہلے ہی داخلہ مل چکا ہے......اور یونیورسٹی کے پاس اقلیتی طلباء کے لئے صرف دو ہی نشستیں ہیں۔ لیکن اگر ہم اسے صرف ایک پاکستانی تصور کرتے ہیں تو اسے یونیورسٹی میں داخلہ مل سکتا ہے۔

اگر ہمارے ہاں مساویانہ حقوق کے ساتھ شہریوں کو پاکستانی تصور کرنے کی روایت قائم ہوتی تو اس روایت نے یقیناً حکومت اور پاکستان کے عوام کو اس بات کی ترغیب دی ہوتی کہ وہ پروفیسر عبدالسلام کی بطور ایک عظیم پاکستانی سائنسدان عزت واحترام کرتے نہ کہ اسے ایک احمدی ہونے کا طعنہ دیتے۔ اسی طرح اگر رانا بھگوان داس کے مخالفین ان کے جج ہونے کی اہلیت اور استعداد پر ہی اپنی توجہ مرکوز رکھتے اور اس بات پر ان کی سوئی نہ اٹک جاتی کہ وہ ایک غیرمسلم تھے تو عدلیہ اور قوم دونوں ہی اس ہزیمت اور شرمندگی سے بچ جاتے جو ہمیں اس وقت اٹھانا پڑی جب بہ حیثیت سندھ ہائیکورٹ جج ان کی تعیناتی کو چیلنج کیا گیا۔

اگر طلباء، اساتذہ، پولیس اہلکار، فوجی افسران، ڈاکٹرز،

مجسٹریٹس اور ملزموں کے ساتھ ہم وہی سلوک کریں جس کا بہ حیثیت شہری وہ تقاضہ کرتے ہیں اور بطور مسلم، ہندو، مسیحی اور اچھوت ان کی شناخت نہ کریں تو پاکستان میں عدم رواداری کی ایک بڑی وجہ ختم ہوجائے گی۔ جب قائداعظم نے یہ کہا ''مسلمان، مسلمان نہیں رہیں گے اور ہندو، ہندو نہیں رہیں گے'' تو واضح طور پر ان کا یہی مطلب تھا۔

یہ دلیل پیش کی جاسکتی ہے کہ جب ایک شہری جس کا نام مہیش بھیل ہے وہ بدین میں واقع ایک ہسپتال میں جاتا ہے تو اس کا نام اس کے عقیدے اور اس کے کمزور اور غیر محفوظ ہونے کا بھید کھول دیتا ہے۔ ناموں کا مسئلہ برِاعظم میں مسلمانوں کے اس احساس کی پیداوار ہے کہ وہ اقلیت میں ہیں...... کیونکہ متعدد مسلم اکثریتی ممالک میں مسلموں اور غیر مسلموں کے ایک ہی جیسے مشترکہ علاقائی نام ہیں۔ یہ ''اکثریتی اور اقلیتی برادریوں کے تضادات میں سے ایک بڑا تضاد ہے'' جو صرف کچھ وقت گزرنے کے ساتھ ہی ختم ہوگا۔

اس دلیل کو کہ تمام شہری مساویانہ حقوق، استحقاق اور فرائض کے اہل ہوں گے۔ اقلیتوں کو اکثریتی برادری میں جذب کرنے کا کوئی منصوبہ تصور نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہاں کوئی ایسی تجویز زیرِ غور نہیں ہے کہ وہ اپنے مندروں اور گرجا گھروں یا شخصی قوانین یا زبان یا رسم ورواج کو خیرباد کہہ دیں...... وہ صرف بہ حیثیت شہری مساویانہ حقوق کے مالک ہوں گے......

کیا قائداعظم پاکستان کی ریاست کے حوالے سے تفصیلی منصوبے کو اس سے زیادہ واضح کرسکتے تھے؟ انہیں اس افراتفری کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا جو ان کے ترجمان کی پیدا کردہ اور ان افراد کے ذاتی اور جانبدارانہ رجحانات کی مرہونِ منت تھی۔

یہاں الزام عائد کیا جاتا ہے کہ قائداعظم کی 11 اگست۔ 1947ء کی تقریر، آزادی سے قبل یا آزادی کے بعد ان کے بیانات سے کوئی مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اتنی ہی غلط یہ بات ہے کہ ''(اسمبلی میں کی جانے والی قائداعظم کی تقریر آزادی کے بعد اقلیتوں کے بارے میں ان کا واحد عوامی بیان تھا......'' اکتوبر 1947ء سے مارچ 1948 تک اقلیتوں کی مساویانہ حیثیت کے بارے میں ان کے بیانات میں ہمیں کم ازکم سات حوالہ جات ملتے ہیں۔

یہ بات درست ہے کہ قائداعظم وقتاً فوقتاً اسلامی روایات اور اقدار کا حوالہ دیتے رہتے تھے۔ لیکن عوامی جمہوریت، خودمختار مقنّنہ اور اقلیتوں کے لئے مساویانہ حیثیت کے لئے ان کے دلائل اسلام سے متصادم نہیں تھے...... کیونکہ وہ اسلام کو سمجھتے تھے......

قانون ساز اسمبلی میں ان کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کو آج چھ دہائیاں گزر چکی ہیں اور آج بھی یہ تقریر نہ صرف یہ کہ اقلیتوں کو درپیش مسائل حل کرنے کے لیے ایک منصفانہ انتخاب ہے بلکہ یہی ایک واحد راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے پاکستان ایک متحد اور ترقی پذیر ملک کے طور پر آگے بڑھ سکتا ہے۔

انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ''ڈان''

''یا اللہ'' لاہور کا مدثر جلد گھر واپس آجائے

محمد حنیف

گزشتہ سال آج کے دن لاہور کا صحافی مدثر نارو کاغان میں دریا کی سیر کو گیا اور آج تک واپس نہیں آیا۔ خاندان والوں کو پہلے لگا کہ شاید پیر پھسل کر دریا میں گر گیا ہو۔

وہاں دریا بہت تیزی سے بہتا ہے اور ایسے حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ دریا چھان مارا لیکن کہیں نام ونشان نہیں ملا۔ دل میں یہ خیال بھی آیا کہ وہ بے روزگار تھا، شاید زندگی سے مایوس ہوکر جان دے دی ہو۔

لیکن مدثر کا چھ ماہ کا بچہ تھا جس سے وہ بہت پیار کرتا تھا اور فارغ ہونے کی وجہ سے زیادہ وقت اسی کے ساتھ گزارتا تھا۔ اس کے ہوتے ہوئے وہ کیسے اپنی جان دے سکتا تھا۔ ویسے بھی پیشہ ور صحافیوں پر بے روزگاری کے وقفے آتے رہتے ہیں، کام کرنے والے کو کام مل ہی جاتا ہے۔

نارو بڑے بڑے ٹی وی چینلوں پر اہم عہدوں پر رہ چکا تھا۔ ہوسکتا ہے صحافت پر آنے والے برے حالات سے مایوس ہوگیا ہو، لیکن تمام شواہد بتاتے ہیں کہ وہ زندگی سے مایوس نہیں تھا۔

پھر گھر والوں اور دوستوں کو اس سے بھی ڈراؤنا خیال آیا۔ ایک ایسا ڈراؤنا خیال جو اپنے ساتھ تھوڑی سی امید بھی لے کر آتا ہے کہ کہیں اسے اٹھا تو نہیں لیا گیا؟

کسی زمانے میں لوگ تاوان کے لیے اٹھائے جاتے تھے اور اب فیس بک پر 'ریاستِ مدینہ` کے خلاف باغیانہ باتیں کرتے ہوئے یا ریاستی اداروں کی بے ادبی کرنے پر اٹھا لیا جاتا ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ ہم کیوں اٹھائیں گے کسی کو؟ ہم دنیا بھر کے حساس اداروں میں سب سے زیادہ حساس ہیں، ہم آپ کو اغواء کار نظر آتے ہیں؟

نارو کے فیس بک پیج پر ایک نظر ڈالتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ بے ادب تھا، شاعری کرتا تھا، کڑھتا تھا، گستاخی کرتا تھا۔ وطن پرست سے زیادہ عوام دوست تھا۔ لیکن جو بھی تھا ایک سال پہلے نارو دریا کی سیر کو گیا اور واپس نہیں آیا۔

مسنگ پرسنز` بن جانے کی ڈراؤنی امید کے ساتھ اس کے گھر والوں نے وہی کیا جو مسنگ ہوجانے والوں کے اہلِ خانہ کرتے رہے ہیں۔

پولیس میں رپورٹ کروائی گئی۔ اخبار میں خبر چھپوائی گئی۔ انسانی حقوق کے کمیشن کو خط لکھا گیا۔ مسنگ پرسنز کمیشن میں درخواست جمع کروائی گئی۔ اب مسنگ پرسنز کو ڈھونڈنے کا معیاری طریقہ پورا ہوگیا۔ مسنگ اب بھی مسنگ ہیں۔ اب کیا کریں؟

تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کریں تو وہ بتائیں گے کہ صبر کریں۔ زیادہ شور مچائیں گے، جلوس نکالیں گے تو اٹھانے والے ناراض بھی ہوسکتے ہیں۔ مسنگ ہونے کا دورانیہ طویل تر ہوسکتا ہے۔ اٹھانے والے شاید یہ بھی سمجھنے لگیں کہ اتنا شور مچ رہا ہے، ہم نے یقیناً صحیح بندے پر ہاتھ ڈالا ہے۔

نارو کے گھر والوں نے بھی یہ صائب مشورہ مانا اور قانونی چارہ جوئی میں لگے رہے۔ کمیشن کے سامنے ایک پیشی ہوئی۔ تاریخ پڑ گئی، دوسری ہوئی، پھر تاریخ پڑ گئی۔ حساس اداروں والے گھر پر آئے اور بچوں کی پرورش پر لیکچر دیا۔

'ہم نے تو نہیں اٹھایا، لیکن ایسے نوجوان چند مہینوں بعد واپس آجاتے ہیں۔ اور جو آپ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہمارا بچہ معصوم تھا، تو آپ کو کوئی پتہ نہیں کہ آپ کے یہ معصوم بچے فیس بک پر کیا گل کھلاتے پھرتے ہیں۔`

اس کے چند مہینوں بعد ایک معجزہ ہوا۔ کسی جاننے والے نے مسنگ پرسنز کے لیے بنائے گئے کسی حراستی مرکز میں نارو کو دیکھا، لیکن اس کے کئی مہینوں بعد سے کوئی خبر نہیں، کوئی پیشی نہیں، کوئی حساس مسافر تشفی دینے نہیں آیا۔

پچھلے کئی مہینوں میں مسنگ پرسنز کے بارے میں کچھ اچھی خبریں آئی ہیں۔ کئی سالوں سے غائب کچھ لوگ گھر پہنچے ہیں۔ لیکن نہ ان کی بتانے کی ہمت ہے اور نہ ہماری پوچھنے کی کہ بھائی اتنے سال سے کہاں غائب تھے۔

کچھ سال پہلے جب غائب ہونے والوں کی مسخ شدہ لاشیں مل رہی تھیں تو ایک مسنگ لڑکے کے رشتے داروں نے مجھے لوگوں سے پرے لے جا کر کہا کہ ان لوگوں کی قسمت اچھی ہے جنھیں لاش مل گئی۔ دفنا لیا اور قبر پر فاتحہ پڑھ کر گھر واپس چلے گئے۔ ہماری تو زندگی ان احتجاجی کیمپوں میں ہی گزر جائے گی کہ ہمارا بندہ پتہ نہیں ملے گا یا نہیں، زندہ ہے یا مر گیا۔

گزشتہ ہفتے پشاور میں مسنگ لوگوں کے حوالے سے ہائی کورٹ میں کیس کی پیشی تھی۔ کسی نے کہا کہ ان کے موکل کا بچہ لاپتہ افراد کے لیے بنائے گئے ایک حراستی مرکز میں تھا، اب وہاں سے بھی غائب ہوگیا ہے۔

دل سے دعا نکلی کہ یا اللہ، نارو جلد گھر واپس آجائے۔ یا اگر ریاست کی بھلائی اسی میں ہے تو تھوڑے دن اور مسنگ رہ لے، لیکن ریاست کی حراست میں ہوتے ہوئے دوبارہ مسنگ نہ ہوجائے، وہ نارو جو تھوڑی دیر کے لیے دریا کی سیر کو گیا تھا۔

(شکریہ بی بی سی اردو)

موجودہ حکومت.................ایک برس پر محیط نا اہلی کی داستان

حارث خلیق

وزیراعظم پاکستان گذشتہ برس اقتدار میں آئے تو انہوں نے شہریوں کے مسئلے مسائل حل کرنے کا وعدہ کیا تھا، مگر ان کی حکومت میں لوگوں کی تکالیف گھٹنے کے بجائے بڑھی ہیں۔

18 اگست 2018 کو پاکستان کے وزیراعظم عمران خان نے حلف اٹھایا تو کچھ پاکستانیوں کی نظر میں وہ سب سے بہترین انتخاب تھے، مگر دوسروں نے انہیں ایک مسیحا سمجھا اور فرقہ پرست مسلک کے رکن کی طرح ان کی اندھی تقلید کی۔

خان کی جیت پاکستان کے خودساختہ راست بازوں اور ذاتی مفادات کو بالاتر سمجھنے والے کھاتے پیتے شہری متوسط طبقے کی فتح تھی۔ عالمی سطح پر انہیں نیک نیت مگر سادہ لوح سمندر پار پاکستانیوں کی، اور ملکی سطح پر سیاسی لحاظ سے غالب اور نفسیاتی طور پر بے صبر عدلیہ اور فوج کی حمایت حاصل تھی۔

خان کے حامی پاکستان کی معیشت اور سیاست کے امراض کے علاج معالجے کے لیے خان کے نسخے سے متفق تھے: یعنی کہ مادی سوالات کے اخلاقی جواب اور ریاستی ڈھانچے سے متعلق مسائل کو انتظامی اقدامات سے حل کرنا۔

دونوں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ عام شہریوں کو ریلیف جس کا وعدہ کیا گیا تھا' دینے کی بجائے، بیتے ہوئے برس نے ان کے مصائب میں اضافہ کیا ہے۔

"پاکستان کے نئے تصور" کا جو بیانیہ 2018 میں عوام کو فروخت کیا گیا اسے مختصر لفظوں میں بیان کریں تو وہ بدعنوانی سے پاک معیشت اور انصاف پر مبنی نظم و نسق تھا۔ قومی و صوبائی اسمبلیوں کے عام انتخابات میں خان اور ان کی سیاسی جماعت (پی ٹی آئی) کو اقتدار ملنے کی صورت میں یہ بیانیہ ریاستی منظر نامے پر ابھر کر سامنے آیا۔

جولائی 2018 کے انتخابات قبل از انتخاب ساز باز اور ووٹوں کی دھاندلی ایسے الزامات کی لپیٹ میں رہے۔ مگر وہ لوگ جنہیں پتہ تھا کہ سامراجی ڈھانچے سے متاثرہ نوعمر جمہوریت کھڑا ہونے سے پہلے ہی گر نہ جائے، پاکستان کے نئے نظم و نسق کو ایک سنجیدہ موقع دینے کے لیے آمادہ تھے۔ یہاں تک کہ حزب اختلاف کی مرکزی جماعتیں محتاط اور ڈری ہوئی تھیں کہ ان کے عدم تعاون سے پورے جمہوری نظام کی بساط الٹ سکتی ہے۔

چنانچہ، خان کی حکومت نے اپنے پیش روؤں 1972 میں ذوالفقار علی بھٹو اور 1990 میں نواز شریف سے بھی بہتر حمایت کے ساتھ آغاز کیا۔ ریاست کے تمام طاقتور ادارے ان کی پشت پر تھے، حزب اختلاف کی جماعتیں احتجاج کرنے سے گریزاں تھیں اور دولتمند متوسط طبقے جس کا۔ اس وقت منڈی اور ذرائع ابلاغ پر غلبہ تھا' کی نظر میں وہ ایک نجات دہندہ تھے۔

معاشی بدانتظامی

اس حکومت کے ایک برس بعد، نہ صرف یہ کہ معیشت اور نظم و نسق کی بہتری کے لیے کیا گیا کوئی بھی وعدہ پورا نہیں ہوا بلکہ لگتا ہے کہ مستقبل کی راہ بھی گم ہوگئی ہے۔ سرمایہ داری نظام ترقی پذیر ملکوں میں ایک خاص طریقے سے چلتا ہے اور پی ٹی آئی حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ اس نظام کی کارگزاری کو سمجھے بغیر اسے ٹھیک کر سکتی ہے۔

بدعنوانی کا قلع قمع کرنے اور مالیاتی قرضہ ختم کرنے کا پی ٹی آئی کا مبالغہ انگیز بیانیہ ابھی سامنے ہی آیا تھا کہ ہوا بُر دھو گیا۔ پی ٹی آئی کے مقرر کردہ معاشی منتظمین کی اصل صورتحال سے لاعلمی اور شروع دن سے ناقص کارکردگی چند ماہ کے اندر ان کی رسوا کن برطرفی پر منتج ہوئی۔

خان اور اسٹیبلشمنٹ میں ان کے مددگار گذشتہ برس کے دوران جہاں کامیاب ثابت ہوئے وہ سیاسی اختلاف رائے اور مرکزی ذرائع ابلاغ کی آزادی پر منظم انداز میں پابندیوں کا اطلاق ہے۔

عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) کے ساتھ معاہدے میں تاخیر نے فقط خان پر دباؤ میں ہی اضافہ نہیں کیا بلکہ پاکستان کی مالیاتی فیصلہ سازی میں آئی ایم ایف کا کنٹرول بھی بڑھا دیا۔

معیشت کو مستحکم کرنے کے نام پر پیداوار کا گلا گھونٹا گیا، کرنسی کی قدر بہت زیادہ کم ہوگئی اور منڈیوں کا اعتماد ختم ہوگیا ہے۔ حد درجہ افراط زر اور بجلی و توانائی کی قیمتوں میں غیرمعمولی اضافے، نیز متوسط، نچلے متوسط اور مزدور طبقے کی آمدنی میں بہت زیادہ کمی نے عام آدمی کو غیرمعمولی قسم کی مشکلات میں دوچار کر دیا ہے۔ معاشی تنزلی کی وجہ سے غربت کے اعشاریے اور جزوقتی ملازمت اور بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے۔

سب سے بڑھ یہ کہ صحت اور تعلیم کا بجٹ کافی حد تک کم ہوا ہے جس کا براہ راست اثر مفلس و نادار لوگوں پر پڑا ہے۔ جہاں تک ریاستی قرضے کا تعلق ہے تو حال ہی میں ایکسپریس ٹریبون میں چھپنے والی ایک رپورٹ کے مطابق، جتنا قرضہ پاکستان مسلم لیگ نواز (پی ایم ایل-این) کی حکومت نے پانچ برسوں میں لیا تھا اس کے دوتہائی سے زائد خان کی حکومت نے ایک برس سے بھی کم عرصہ میں لے لیا ہے۔

بیرونی تعلقات اور ملکی پالیسیاں

بیرونی تعلقات کی بابت، خان کی حکومت کو امریکہ اور چین سے تعلقات کے حوالے سے ایسا توازن قائم کرنے میں مشکل پیش آرہی ہے جس سے پاکستان کو فائدہ پہنچے۔ چین۔ پاکستان معاشی راہداری (سی پیک) کے تحت سرمایہ کاریوں اور ترقی کی رفتار غیر یقینی صورتحال سے دوچار ہے جبکہ امریکہ پاکستان کو کسی قسم کی ٹھوس مدد کی پیشکش کرنے میں تیار نظر نہیں آرہا سوائے اس کے کہ پاکستان حالیہ افغان امن عمل میں امریکہ کی خواہش کے مطابق کردار ادا کرے۔

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کو خوش کرنے کے لیے گذشتہ برس کے دوران ان کی طرف جھکاؤ کا عمران خان کو کسی بھی طرح کا کوئی خاص فائدہ نہیں ملا، پاکستان کے معاشی استحکام کے حوالے سے بھی۔

پاکستان پر امید تھا کہ عرب ممالک بھارت کے ساتھ ریاست جموں و کشمیر کے حالیہ الحاق، جو آئینی ضمانتوں کی واپسی اور شہریوں کے خلاف فوج کے کریک ڈاؤن کا سبب بنا' کی مذمت کریں گے مگر انہوں نے سردمہری کا مظاہرہ کیا۔

البتہ خان اور اسٹیبلشمنٹ میں ان کے مددگار گذشتہ برس کے دوران جہاں کامیاب ثابت ہوئے وہ سیاسی اختلاف رائے اور ذرائع ابلاغ کی آزادی پر منظم انداز میں پابندیوں کا اطلاق ہے۔

تاہم، پاکستان کی سیاسی تاریخ کی سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ زبان بندی سے شدید قسم کا معاشرتی اضطراب پیدا ہوتا ہے جس کے نتیجے میں حکومت کی بنیادیں ہل کر رہ جاتی ہیں۔

اپنی سوچ و نظریے پر نظرثانی کی ضرورت

اقتدار کے پہلے سال کے اختتام پر، خان کی حکومت کو جو کام کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی سوچ و نظریے پر تنقیدی نظر ڈالیں تاکہ سرکار کی معاشی پالیسیوں میں بنیادی تبدیلیاں آسکیں جس سے پاکستانی شہریوں کو ان کے معاشی حقوق مل سکیں گے۔ اس میں غربت میں کمی اور پیداوار میں اضافہ بھی شامل ہے۔

اس کے علاوہ، حکومت کو امور خارجہ نبٹانے کے لے طویل المدتی حکمت عملی اپنانا ہوگی تاکہ عالمی قوتوں کے ساتھ تعلقات میں ایسا توازن پیدا ہو سکے جو پاکستان کے مفاد میں ہو۔

آخر میں، حکومت کو شہریتی و سیاسی حقوق اور اظہار کی آزادی جو کہ کسی بھی صحت مند معاشرے اور پائیدار ریاست کی تشکیل کی اولین شرائط ہیں' کی اہمیت کا ادارک کرنے کی ضرورت ہے۔ (انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈوئچے ویلے)

بلوچستان: مزدور طبقے پر پابندیاں اور آئندہ کا لائحہ عمل

زلمی پاسون

27 جون کو بلوچستان ہائیکورٹ نے یونینز کے آپسی آئینی اختیارات کے کیس کے سلسلے میں ایک متنازع فیصلہ سُناتے ہوئے بلوچستان بھر کی 62 ٹریڈ یونینز پر پابندی عائد کردی اور ان 62 ٹریڈ یونینز کی رجسٹریشن منسوخ کرنے کے لیے رجسٹرار کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ ان تمام ٹریڈ یونینز کی رجسٹریشن منسوخ کریں۔ نیز یہ ریمارکس دیے کہ سرکاری ملازم کو اپنی پیشہ ورانہ خدمات پر فوکس کرنا چاہیے بجائے کہ وہ 'غیر ضروری' سرگرمیوں میں حصہ لیں۔ اس کے بعد حکومت بلوچستان نے صوبے بھر کے پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا میں ہائیکورٹ کی طرف سے لگنے والی پابندی کے حوالے سے نہ صرف اشتہار چلائے بلکہ اُن اشتہارات میں ان ٹریڈ یونینز سے منسلک محنت کشوں کو دھمکیاں دی گئی تھیں کہ اگر کوئی مزدور یا ملازم اپنی پیشہ ورانہ خدمات سے ہٹ کر مزدور سیاست میں ملوث پایا گیا تو اُن کے خلاف بیڈا ایکٹ 2011ء کے تحت کاروائی عمل میں لائی جائے گی، جس میں ملازمت سے برخاست کرنا تک شامل ہے۔

بلوچستان ہائیکورٹ کے احکامات کے بعد حکومت بلوچستان کی جانب سے ٹریڈ یونینز پر پابندی کا اشتہار

دوسری طرف بلوچستان حکومت کے محکمہ تعلیم نے شعبہ ہٰذا سے منسلک تمام ملازمین کے لیے لازمی سروس ایکٹ کا نفاذ کرنا چاہا، تو رواں سال کے اوائل میں محکمہ تعلیم کے تمام ملازمین نے بلوچستان اسمبلی کے سامنے احتجاج کیا، جس میں اُن تمام ملازمین کو اس سلسلے میں کمیٹی بنانے کا وعدہ کیا گیا، مگر وہ وعدہ حکمرانوں کے دیگر جھوٹے وعدوں کی طرح اب تک وفا نہیں ہوا۔ جولائی کے مہینے میں محکمہ تعلیم کی چند ایسوسی ایشنز نے احتجاج کیا جس میں اُنھوں نے اپنے دیگر مطالبات کے ساتھ ساتھ لازمی سروس ایکٹ کے نفاذ کے خلاف بھی احتجاج کیا۔ احتجاج کے نتیجے میں چند ایک مطالبات مان لیے گئے، لازمی سروس ایکٹ کے حوالے سے پھر طفل تسلیاں دی گئیں۔ مگر بلوچستان اسمبلی سے 10 اگست 2019ء سے منظوری اور گورنر بلوچستان نے 19 اگست 2109ء کو اس ایکٹ کی توثیق کرتے ہوئے بلوچستان سول کورٹ (ترمیمی) ایکٹ 2019ء نافذ العمل کر دیا۔ یوں اب یہ ایک قانون کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور نتیجتاً محکمہ تعلیم کے محنت کشوں سے ہڑتال اور احتجاج کا حق چھین لیا گیا۔

مزدور طبقہ کی مجموعی صورت حال

بلوچستان میں مزدور طبقہ انتہائی ناگفتہ بہ صورت حال سے دوچار ہے۔ جس میں مہنگائی، نجکاری، صحتِ عامہ کے مسائل، مہنگی تعلیم اور بیروزگاری سرفہرست ہیں۔ ان تمام مسائل اور ایشوز کو مدِنظر رکھتے ہوئے بلوچستان کے مزدور طبقے نے اپنے حالات بہتر کرنے کے لیے عملی میدان میں جدوجہد کو حل سمجھا ہے، جو کہ ایک قابلِ ستائش اقدام ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں بلوچستان کے مزدور طبقے نے مختلف احتجاجی تحریکوں، مظاہروں اور دھرنوں کی صورت میں کوئٹہ پریس کلب کو پاکستان کا مصروف ترین پریس کلب بنا دیا ہے۔ گو کہ ان احتجاجی تحریکوں اور مظاہروں میں سے چند ایک ہی کامیابی سے ہمکنار ہوئے ہیں، جو کہ ایک الگ بحث ہے، مگر مجموعی طور پر عالمی و ملکی معاشی صورت حال کا ادراک اور اُس کی وجہ سے پڑنے والے استحصالی اثرات کے خلاف ملک بھر کے محنت کش طبقے کی طرح بلوچستان کے محنت کش صفِ اول میں کھڑے ہوتے ہیں۔

چند سالوں میں بلوچستان کے مزدور طبقے نے مختلف احتجاجی تحریکوں، مظاہروں اور دھرنوں کی صورت میں کوئٹہ پریس کلب کو پاکستان کا مصروف ترین پریس کلب بنا دیا ہے۔ گو کہ ان احتجاجی تحریکوں اور مظاہروں میں سے چند ایک ہی کامیابی سے ہمکنار ہوئے ہیں، جو کہ ایک الگ بحث ہے، مگر مجموعی طور پر عالمی و ملکی معاشی صورت حال کا ادراک اور اُس کی وجہ سے پڑنے والے استحصالی اثرات کے خلاف ملک بھر کے محنت کش طبقے کی طرح بلوچستان کے محنت کش صفِ اول میں کھڑے ہوتے ہیں۔

اگر صرف 2016ء سے بلوچستان میں محنت کش طبقے کی جدوجہد پر نظر دوڑائی جائے تو اس کے لیے یہ تحریر بہت مختصر ثابت ہوگی۔ صوبے بھر میں ایسا کوئی محکمہ نہیں ہے جس کے محنت کشوں نے درپیش مسائل کے خلاف احتجاج نہ کیا ہو۔ ان احتجاجوں پر اگر سرسری نظر ڈالی جائے تو 2016ء اور اس کے بعد میں صحت کے شعبے سے تعلق رکھنے والے ینگ ڈاکٹرز، پیرامیڈیکس، نرسز اور فارماسسٹس کا احتجاج قابلِ ذکر ہے۔ جب کہ 2017ء کے آخر میں پی ڈبلیو ڈی کا 189 دن کا طویل احتجاجی دھرنا و مظاہرے شامل ہیں جس میں پی ڈبلیو ڈی کی نڈر قیادت نے اپنے اکثر مطالبات منوا لیے۔ جب کہ اسی سال پیرامیڈیکس کا 40 دنوں پر مشتمل احتجاجی دھرنا اہمیت کا حامل ہے۔

دیگر محکموں میں بی ڈی اے، کیو ڈی اے، محکمہ تعلیم، صوبائی سول سیکرٹریٹ، پی پی ایچ آئی، واسا، اریگیشن، ایگریکلچر، میونسپل کارپوریشن، اور سمال انڈسٹریز کے مزدوروں کے احتجاجی مظاہرے اور ہڑتالی کیمپ نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ بیروزگاری کے خلاف بیروزگار انجینئرز، فارماسسٹس، ویٹرنری ڈاکٹرز اور دیگر غیر پیشہ ورانہ گریجویٹس کے احتجاج کسی بھی صورت میں نظرانداز نہیں کیے جا سکتے۔ اس وقت بھی کوئٹہ پریس کلب کے سامنے بیروزگار فارماسسٹس روزگار کی فراہمی کے لیے گذشتہ تین مہینوں سے بھوک ہڑتالی کیمپ لگا کر احتجاجی مظاہرے کر رہے ہیں جو 4 ستمبر کو ریلوے ہاکی چوک پر دھرنا دیں گے۔

اس کے علاوہ مہنگائی، بیروزگاری، نجکاری، لاعلاجی، تباہ حال انفراسٹرکچر کے خلاف عوام میں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے، جس کا بہرحال اظہار کسی نہ کسی صورت میں ہوتا رہتا ہے۔

محکمہ تعلیم کے محنت کش سراپا احتجاج

اس تحریر کا مقصد بلوچستان ہائی کورٹ کی جانب سے 62 ٹریڈ یونینز پر پابندی اور بلوچستان حکومت کی جانب سے محکمہ تعلیم میں لازمی سروس ایکٹ کے نفاذ کے خلاف آئندہ کے لائحہ عمل کے حوالے سے بحث کو ایک حتمی نتیجے تک پہنچانا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے ان پابندیوں کو نہ صرف بلوچستان کے نکتہ نظر سے دیکھنا ہے بلکہ اس کو ملکی و عالمی معاشی صورت حال سے جوڑنے کی ناگزیریت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت دنیا 2008ء کے عالمی معاشی بحران کے نتیجے میں اب تک ہچکولے کھا رہی ہے، اور آنے والا معاشی بحران نہ صرف 2008ء کے عالمی مالیاتی بحران سے گہرا ہوگا بلکہ بورژوا ماہرینِ اقتصادیات کے مطابق 2008ء کا عالمی معاشی بحران اس کے سامنے ایک پکنک ثابت ہوگا۔

اب جب پوری دنیا معاشی بحران کا شکار ہے تو پاکستان اور پھر بلوچستان کسی دوسرے سیارے پر آباد ایک ملک یا صوبہ نہیں ہے بلکہ اسی ایک سیارے پر رہتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے بلوچستان میں محنت کش طبقے کی جدوجہد پر ایک سرسری نگاہ ڈالی کہ ملک کی معاشی صورت حال کے پیشِ نظر حکمران طبقات جو بھی پالیسیاں یا حکمتِ عملی تیار کرتے ہیں، اُن سب کا بلاواسطہ یا بالواسطہ محنت کش عوام سے ہی تعلق ہوتا ہے، ان استحصالی پالیسیوں کی وجہ سے محنت کش طبقے پر پڑنے والے اثرات کے خلاف جب محنت کش طبقہ حرکت میں آتا ہے تو یہ نااہل، رجعتی، سامراجی ٹکڑوں پر پلنے والے غلام حکمران اپنی ریاستی مشینری کے ذریعے مختلف حیلوں، بہانوں اور اکثر اوقات طاقت کے ذریعے محنت کش طبقے کی اُبھرتی ہوئی آواز کو دبانے کی کوششیں شروع کر دیتے ہیں، جن میں ایسی نام نہاد پابندیاں اکثر اوقات لاگو کر دی جاتی ہیں۔

(بشکریہ حال حوال)

’2030 تک ہر 4 میں سے ایک پاکستانی بچہ پرائمری تعلیم سے محروم ہوجائے گا‘

اسلام آباد اقوام متحدہ کی ایجوکیشن، سائنٹفک اور کلچرل آرگنائزیشن (یونیسکو) نے کہا ہے کہ 2030 تک 4 میں سے ایک پاکستانی بچہ پرائمری اسکول مکمل نہیں کرپائے گا۔ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق یونیسکو کا کہنا ہے کہ ملک 12 سالہ تعلیم سب کے لیے، ہدف کا نصف حصہ ہی حاصل کر سکے گا جبکہ موجودہ شرح میں اب بھی 50 فیصد نوجوان سیکنڈری سے آگے تعلیم حاصل نہیں کرپارہے ہیں۔ مستحکم ترقی کے اہداف (ایس ڈی جی) کی 2030 کی ڈیڈ لائن کے حوالے سے یونیسکو نے نیو یارک میں اقوام متحدہ کے اعلیٰ سطح سیاسی فورم میں بتایا ہے کہ دنیا اپنی کارکردگی کو بغیر تیز کیے تعلیم کے حوالے سے کیے گئے اپنے وعدے پورے کرنے میں ناکام ہوگی۔سال 2030 میں جہاں تمام بچوں کو اسکول میں ہونا تھا وہاں 6 سے 17 سال کی عمر کا ہر 6 میں سے ایک بچہ اسکول میں موجود نہیں ہوگا۔ان کا کہنا تھا کہ ’ کارکردگی کے حساب سے 40 فیصد بچے 2030 تک سیکنڈری تعلیم مکمل نہیں کرپائیں گے۔ نئے عالمی تعلیمی اہداف، ایس ڈی جی-4 نے تمام ممالک سے بچوں کے اسکول جانے اور تعلیم حاصل کرنے کی یقین دہانی پر زور دیا ہے۔موجودہ شرح کے حساب سے تعلیم حاصل کرنے کی شرح لاطینی امریکا اور درمیانی آمدنی والے ممالک میں بڑھ نہیں رہی جبکہ افریقی ممالک میں اس میں کمی آئی ہے۔عالمی سطح پر کارکردگی میں تیزی کے بغیر 20 فیصد نوجوان اور 30 فیصد بالغ افراد مقررہ مدت کے پورے ہونے تک بھی پڑھنے کے قابل نہیں ہوں گے۔مستحکم ترقی کے 2030 کے ایجنڈے کے مطابق کسی بھی بچے کو تعلیم سے محروم ہونے سے بچانا ہے تاہم غریب ممالک کے 20 فیصد غریب لوگوں میں سے صرف 4 فیصد بچے ہی اپر سیکنڈری تعلیم مکمل کرپاتے ہیں جبکہ امیر افراد میں اس کی شرح 36 فیصد ہے۔ تعلیمی ترقی میں تیزی کے لیے مالی امداد کا بھی فقدان ہے، عالمی مبصر برائے تعلیم کی 2015 کی رپورٹ کے مطابق اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے سالانہ 39 ارب ڈالر کا خلا پیدا ہوتا ہے اور 2010 سے تعلیم کے لیے امداد میں بھی کوئی اضافہ سامنے نہیں آیا ہے۔اس کے علاوہ آدھے سے بھی کم ممالک کارکردگی پر نظر رکھنے کے لیے معلومات ہی فراہم نہیں کررہے ہیں۔تمام صورتحال پر یونیسکو کے ادارہ شماریات کے ڈائریکٹر سلویا مونٹویا کا کہنا تھا کہ ’ممالک کو اپنے وعدے پورے کرنے ہوں گے، اہداف رکھنے کا مقصد ہی کیا تھا اگر ہمیں معلومات ہی فراہم نہ کی جائیں؟، لہٰذا‘ بہتر فنانس اور رابطوں کی ڈیڈ لائن کے قریب پہنچنے سے قبل معلومات کے خلا کو پُر کرنے کی اشد ضرورت ہے‘۔

(بشکریہ ڈان اردو)

عشرا

سر پر لاٹھی بج اٹھی، آنکھ پہ ڈھیلا آ گیا

پسلی اندر جا گھسی، باہر ڈیلا آ گیا

جوتے مار کے عرض ہے، ڈنڈے مار کے عرض ہے

روٹی کھانا حق نہیں، روٹی کمانا فرض ہے

پینٹ کی پاٹی جیب میں پیسا نہ دھیلا، آ گیا!

چھلّڑ جیسی شرٹ میں لینے تو کیلا آ گیا؟!

بھادروں کی سرزمین میں، دنیا نامی دین میں

تکنے تو میلا آ گیا، مرنے اکیلا آ گیا

ہاتھ چھڑا، ریحان! بھاگ! کھال بچا، اور جان، بھاگ!

اُٹھ، ظلم کا ریلا آ گیا، چل، تیرا ویلا آ گیا!

ادریس بابر

جبری لاپتہ افراد کا عالمی دن

تربت/مکران جبری لاپتہ افراد کے عالمی دن پر تربت میں ایچ آر سی پی اسپیشل ٹاسک فورس مکران کی جانب سے اجلاس منعقد ہوا اور جبری گمشدگی کے خلاف مظاہرہ کیا گیا۔اجلاس میں ایچ آر سی پی کے رہنماؤں نے جبری طور پر لاپتہ کیے گئے تمام افراد کو بازیاب کرانے، جن پر الزامات ہیں ان کے خلاف شفاف عدالتی کاروائی کرنے اور جبری گمشدگیوں کا سلسلہ فوری روک دینے کا مطالبہ کیا اور قرارداد بھی منظور کی۔ جبری طور پر لاپتہ کرائے گئے افراد کے عالمی دن پر ایچ آر سی پی کے ریجنل آفس میں منعقدہ اجلاس میں ایچ آر سی پی کے مرد و خواتین کارکنان شریک تھے۔اجلاس میں ایچ آر سی پی کے سنیئر رہنما اور ریجنل کوارڈینیٹر پروفیسر غنی پرواز کے علاوہ ڈاکٹر سمی بلوچ، محمد کریم گچکی، شکر اللہ بلوچ، اسد اللہ، علی بلوچ و دیگر نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ لوگوں کو غیر قانونی طور پر لاپتہ کرنا ایک سنگین انسانی مسئلہ ہونے کے ساتھ انسانوں کے حقوق کی بدترین پامالی ہے، جس کی روک تھام کے لیے دنیا کے مہذب ممالک اور بڑی طاقتوں کو کردار ادا کرنا چاہیے۔ جبری طور پر لوگوں کو اغوا یا لاپتہ کرنا صرف ایک خطے کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ ایک عالمی مسئلہ ہے۔ بیشتر ممالک میں اب بھی مخالفین کو اغوا یا جبری لاپتہ کرنے کا سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے، جس کا تدارک عالمی اداروں کی ذمہ داری ہے۔ان کا مزید کہنا تھا کہ لوگوں کو محض الزام کی بنیاد پر گمشدہ کرنا ایک ملک کا خطے کا مسئلہ نہیں مگر گزشتہ سالوں سے بلوچستان میں یہ سلسلہ شدت کے ساتھ سامنے آیا ہے جو تشویش کا باعث ہے۔لاپتہ افراد کے حوالے سے سرگرم غیر سرکاری ادارہ وائس آف بلوچ مسنگ پرسنز کی رپورٹ کے مطابق 2000 سے 2019 تک بلوچستان سے 40 ہزار افراد لاپتہ کیے گئے۔ گو کہ اتنی بڑی تعداد کی تصدیق ممکن نہیں مگر چونکہ یہ تنظیم صرف لاپتہ افراد کے حوالے سے کام کررہی ہے، اس لیے ان کی رپورٹ پر انحصار کیا جاسکتا ہے۔ان افراد میں جو لاپتہ کیے گئے ہیں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔البتہ خواتین اور بچوں کی تعداد مردوں اور نوجوانوں کے مقابلے میں کم ریکارڈ ہوئی ہے جن میں کوہلو، ضلع آواران اور ڈیرہ بگٹی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔گذشتہ کچھ سالوں سے مکران میں بھی جبری گمشدگی کی صورت حال تشویش ناک ہے۔غیر سرکاری رپورٹوں کے مطابق مکران سے ہزاروں افراد لاپتہ ہیں، البتہ بلوچستان کے دیگر علاقوں کی طرح مکران میں بھی لاپتہ افراد میں سے بہت سے بازیاب ہوئے لیکن ابھی تک ہزاروں افراد کو اس اذیت ناک صورت حال کا سامنا ہے۔ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ بلوچستان سمیت پاکستان اور پوری دنیا میں لوگوں کو لاپتہ کرنے کا سلسلہ فوری بند کیا جائے جن لوگوں پر ریاست کے خلاف سرگرمیوں یا کسی اور طرح کے الزامات موجود ہیں، ان کے خلاف قانون کے مطابق کاروائی کی جائے اور عدالتوں میں ان کے کیسز پیش کرکے ان پر مقدمات قائم کیے جائیں تاکہ عدالتیں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرسکیں۔

بعدازاں ایچ آر سی پی کے کارکنان کی جانب سے لاپتہ افراد سے یکجہتی ظاہر کرتے ہوئے مظاہرہ کیا گیا۔مظاہرین نے انسانی حقوق اور جبری گمشدگی کے خلاف پلے کارڈز اٹھائے ہوئے تھے جن پر لاپتہ افراد کی فوری بازیابی اور انسانی حقوق کی پامالیاں روکنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

(اسد بلوچ)

کمسن بھائی کا اغواء اور قتل

حیدرآباد 9 جولائی کو حیدرآباد میں دس سالہ بھائی اور آٹھ سالہ بہن کو اغوا کے بعد قتل کر دیا گیا۔عبدالقادر کی لاش ملنے کے ایک روز بعد رخستان کی لاش بھی مل گئی۔پولیس نے ایئرپورٹ روڈ سے بے ہوش اور زخمی حالت میں ملنے والے دس سالہ عبدالقادر کو سول ہسپتال حیدرآباد منتقل کر دیا جہاں بچے نے ہوش میں آنے کے بعد پولیس کو بیان ریکارڈ کروایا کہ وہ جی او آر کالونی کا رہائشی ہے۔پڑوسی عثمان بنگالی نے بہن بھائیوں کو چیز دلانے کے بہانے موٹرسائیکل پر بٹھا کر ایئرپورٹ روڈ پر لے گیا اور مجھے چھری مار کر زخمی کر دیا جبکہ رخسار کو اپنے ساتھ لے گیا۔پولیس نے بچے کے بیان کے بعد عثمان بنگالی اور اس کے ساتھی عبداللہ کو حراست میں لے لیا۔ اس کے بعد دس سالہ عبدالقادر سول ہسپتال میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔عبدالقادر کی موت کے دوسرے دن ہی رخسار کی تشدد زدہ لاش مل گئی۔بی سیکشن تھانے کی حدود بسم اللہ سٹی بلاک اے ون سٹریٹ نمبر پانچ میں مقامی افراد کی نشاندہی پر پولیس نے زیرتعمیر مکان کی بالائی منزل سے رخسار کی تشدد زدہ لاش قبضہ میں لے کر پوسٹ مارٹم کروایا جس میں اس کے ساتھ جنسی زیادتی کی بھی تصدیق ہوئی ہے۔بچی کو تشدد کے بعد گلا گھونٹ کر مارا گیا ہے۔آئی جی سندھ نے اس کا نوٹس لیتے ہوئے تفصیلی رپورٹ طلب کر لی اور پولیس افسران کو ہدایت کی کہ واقعے کی ہر پہلو سے تفتیش کی جائے اور قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچا کر ورثاء کو انصاف فراہم کرنے کی تمام تر کوششیں بروئے کار لائی جائیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

خاتون کو زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے نواحی گاؤں کالا پہاڑ میں گاؤں کے تین اوباش نوجوانوں نے شادی شدہ خاتون کو اس وقت زیادتی کا نشانہ بنا کر قتل کر ڈالا جب وہ کھیتوں میں کام کر رہی تھی۔واقعہ کی اطلاع ملنے پر تھانہ صدر پولیس نے موقع پر پہنچ کر قتل کی لرزہ خیز واردات کا جائزہ لیا اور مقتولہ کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے ڈی ایچ کیو ہسپتال منتقل کر دیا۔دوسری جانب ورثا نے الزام عائد کیا ہے کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں مقتولہ کے ساتھ زیادتی کی تصدیق اور ملزمان کی نشاندہی کے باوجود پولیس ملزمان کو گرفتار نہیں کر رہی۔متاثرہ خاندان نے پولیس رویہ کیخلاف احتجاج کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ پنجاب سمیت پولیس افسران سے انصاف کا مطالبہ کیا ہے۔

(اعجاز اقبال)

طالب علم اغواء

لکی مروت تجوڑی کے علاقے کوٹکہ یار خان آدمزئی سے تعلق رکھنے والا 13 سالہ طالب علم کو اغواء کر لیا گیا۔تفصیلات کے مطابق فواد خان اپنے کزن توفیق کے ہمراہ موٹرسائیکل پر سکول جا رہے تھے کہ راستے میں ناکہ کے قریب ملزم جمشید نے اسلحہ پر انہیں روکا اور جمشید کو موٹرسائیکل سمیت اپنے ساتھ لے گئے۔طالب علم کے والد احمد خان نے پولیس کو بتایا کہ ملزمان پر پہلے ہی اغواء کا مقدمہ چل رہا ہے۔پولیس نے ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔طالب علم کے اغواء کا یہ واقع یکم جون کو پیش آیا۔

(محمد ظاہر)

ہسپتال میں سہولیات کا فقدان

بنوں بنوں ڈویژن کے واحد ویمن اینڈ چلڈرن ہسپتال میں مریض رل گئے۔ وومن اینڈ چلڈرن ہسپتال میں مریضوں کے ساتھ آئے ہوئے لواحقین ہسپتال انتظامیہ پر برس پڑے اور میڈیا کو اپنی فریاد سناتے ہوئے کہا کہ شفاء کی غرض سے آتے ہیں، زہر پی کر واپس جاتے ہیں، نرسری وارڈ میں سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے پیدائشی بچوں کی اکثر اموات واقعہ ہوتی ہیں، گزشتہ روز بھی 2 بچے انتظام نہ ہونے کی وجہ سے موت کا شکار ہوگئے، ہسپتال میں صفائی کی ناقص صورتحال، جگہ جگہ نالیاں گندے پانی سے بھری پڑی ہیں، مریضوں اور لواحقین کیلئے صاف پانی تک میسر نہیں، ہسپتال میں قیمتی دوائیاں باہر سے منگوائی جاتی ہیں جبکہ اثر و رسوخ رکھنے والوں کو ہی ملتی ہیں۔ کئی کئی دن سے ہسپتال میں مریض ہسپتال میں پڑے ہیں جنہیں ڈاکٹر اور نرسز کوئی توجہ نہیں دے رہے، انہوں نے کہا کہ مریضوں کو استعمال شدہ برنولہ لگائے جاتے ہیں جو جان لیوا بیماریوں کا سبب بن رہے ہیں، ہسپتال میں معمولی سی بیماری کے ٹیسٹ بھی باہر کی لیبارٹیوں سے کروانے پڑتے ہیں۔ ہسپتال کے ایم ایس نے موقف دیتے ہوئے بتایا کہ ہسپتال میں سٹاف کی کمی ہے اور موجودہ عملہ بھی پشاور اور سوات سے تعلق رکھتا ہے جو کہ عید کیلئے اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے ہیں۔

(نامہ نگار)

ٹیچر کا کمسن طالب علم پر تشدد

گوجرہ گوجرہ کے نواحی گاؤں میں سبق یاد نہ کرنے پر خاتون ٹیچر آسیہ نے کلاس ون کے طالب علم عثمان پر وحشیانہ تشدد کیا، ٹیچر کے بہیمانہ تشدد سے کمسن طالب علم کی حالت غیر ہوگئی، متاثرہ طالب علم کو فوری طور پر ٹی ایچ کیو اسپتال منتقل کر دیا گیا ہے، سکول ٹیچر کے تشدد سے 5 سالہ عثمان کا بدن شدید زخمی ہو گیا، ٹی ایچ کیو اسپتال میں متاثرہ طالبعلم کو طبی امداد فراہم کی جا رہی ہے جبکہ والدین کی طرف سے ٹیچر کے خلاف کارروائی کے لئے درخواست دے دی گئی ہے، تاہم پولیس خاتون ٹیچر کو ابھی تک گرفتار نہیں کر سکی ہے۔

(اعجاز اقبال)

شہری گندہ پانی پینے پر مجبور

چترال اپر چترال میں کارگن کے عوام گندہ پانی پینے پر مجبور ہوگئے۔شہریوں کا کہنا ہے کہ گاؤں کارگن کے پانی کی ٹینکی چوہوں اور کیڑے مکوڑوں سے بھری ہوئی ہے جس کی وجہ سے علاقے کے عوام یہ گندہ اور مضرصحت پانی پینے پر مجبور ہیں جس کی وجہ سے آئے دن مختلف بیماریاں پھیل رہی ہیں، انہوں نے ارباب اختیار سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ اس کا نوٹس لے کر جلد از جلد مسئلہ حل کیا جائے اور غریب عوام کو مرنے سے بچایا جائے۔بصورت دیگر عوام احتجاج پر مجبور ہوجائیں گے۔

(روزنامہ آج)

ریلوے سٹیشن کی سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار

لاہور ایک موریہ پُل اور ریلوے سٹیشن کی سیڑھیوں کا پل کئی ماہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور تعمیری کام میں تاخیر سے شالی لاہور کی جانب ٹریفک جام معمول بن گیا۔شدید گرمی میں گھنٹوں ٹریفک جام رہنے سے شہریوں کو شدید دشواری کا سامنا ہے۔صرف 50 فٹ سڑک کا ٹکڑا ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے جس کے باعث لوگوں کا ٹائر مارکیٹ کے علاقے سے گزرنا دشوار ہو رہا ہے۔اعلیٰ حکام اس کا نوٹس لیں۔

(عبدالرؤف)

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1
تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2
ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3
ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4
کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5
کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6
ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7
قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8
ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9
کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10
ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11
(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12
کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھربار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13
(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14
(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتا غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15
(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16
(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17
(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18
ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19
ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20
(1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ - 21
(۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22
معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23
(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24
ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25
(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26
(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27
(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں

دفعہ - 28
ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29
(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30
اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

Human Rights Commission of Pakistan

جہد حق

Monthly JEHD-E-HAQ

30اگست2019:ایچ آر سی پی نے ''جبری گمشدگی کے متاثرین کے عالمی دن'' کے موقع پر ملک کے مختلف حصوں میں پُرامن احتجاجی تقاریب، ریلیوں اور مظاہروں کا اہتمام کیا جن میں جبری گمشدگی کے متاثرین اور ان کے اہلِ خانہ سے اظہارِ یکجہتی کیا گیا اور ریاست سے جبری گمشدگیوں کے سلسلے کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوان جمہور'' 107۔ ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15